آخری قسط

قرآنِ حکیم ـــــ اور ـــــ تعمیرِ اخلاق

چند خصوصیات

ـــ(سمیع الحق)ـــ

قرآنِ کریم نے انسان کی ان تین قوتوں، قوتِ علمیہ، شہوانیہ، غضبیہ کو جس حکیمانہ اور معتدلانہ انداز اور مصلحانہ تعلیم و تربیت کے ذریعہ اعتدال کی راہ پر لگا دیا کہ یہی حیوانی صفات جہل، ظلم، شہوت کی بجائے علم، عدل، احسان اور عفت کے سرچشمے بن گئے۔ نہ تو اس مختصر وقت میں ان خصوصیات اور امتیازات سے یہاں بحث کی جاسکتی ہے، اور نہ یہ ایک کم سواد طالب العلم کے بس کی بات ہے، البتہ مختصراً دو ایک خصوصیات سے بھی قرآنِ کریم کے اندازِ اصلاح پر کچھ روشنی پڑ سکے گی۔

قرآنِ کریم نے تعمیرِ اخلاق اور اصلاحِ رذائل نفسانی میں انسانی فطرت کی کمزوری، بے بسی، ناتوانی اور مخاطبین کے مزاج، ذہنیت، ماحول اور نفسیاتی تقاضوں کی پوری رعایت رکھی، جہاں سختی کی ضرورت تھی وہاں اسے ملحوظ رکھا اور تطہیرِ اخلاق کے لئے حدود و تعزیرات اور تنبیہات سے بھی کام لیا گیا، مگر عموماً سختی اور درشتی کی بجائے نرمی اور رأفت، آمریت کی بجائے شفقت و محبت، تحکم کی بجائے استدلال، عجلت کی بجائے تدریج، تشدد کی بجائے تیسیر اور حکمتِ عملی، عیب جوئی اور تنقید کی بجائے موعظت، خیر خواہی اور اغماض و تسامح کا طریقہ اختیار فرمایا: ماجعل علیکم فی الدین من حرج[۱] اور لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها[۲] اور یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[۳] جیسے زریں اصول اصلاحِ معاشرہ اور تعمیرِ اخلاق میں بھی ملحوظ رہے۔ وہ اخلاقی خرابیوں سے آسودہ طبائع کو رفتہ رفتہ خرابیوں اور اس کے نتائج سے خبردار کراتے ہوئے پاکیزگی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور یہ اسکی ایک ایسی خوبی ہے جسکی وجہ سے ہر زمانہ میں اخلاقِ رذیلہ کی خوگر طبیعتیں

---

[۱] اور نہیں رکھی اللہ نے تم پر دین میں کچھ مشکل۔ [۲] اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جسقدر اسکی گنجائش ہو۔
[۳] اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری۔

مومنانہ اخلاق سے آراستہ اور سرکش مزاج والے تسلیم و انقیاد پر مجبور ہو گئے ہیں۔ مشہور مفسر امام قرطبی نے قرآن کریم اور شریعت اسلامیہ کی اس خوبی کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

ان اللہ لم یدع شیئاً من الکرامة	اللہ تعالیٰ نے احسان اور شرافت کی کوئی ایسی چیز
والبر الا اعطاه هذه الامة ومن	نہیں چھوڑی جو اس امت کو عنایت نہ فرمائی ہو اور
کرامته واحسانه انه لم یوجب	یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اس امت پر خاص کرم ہے کہ
علیهم الشرائع دفعة واحدة ولکن	اس نے تشریعات (انسانی اور اخلاقی قدریں)
اوجب علیهم مرة بعد مرة[1]	یکبار لازم نہیں کیں بلکہ آہستہ آہستہ اس امت
...	کو اس کا مکلف ٹھہرایا۔

دیگر شرائع اور صحف سماوی کے مقابلہ میں یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ یکبارگی نزول کی بجائے تیئس ۲۳ سال کے طویل عرصہ میں شرائع اور احکام کی تکمیل ہوئی اور یہ اس تدریج و تیسیر کی واضح علامت ہے۔ اس حکیمانہ اندازِ تعمیرِ انسانیت کے لئے قرآن کریم کا اصل الاصول یہ ہے کہ:

ادع الی سبیل ربك بالحکمة	بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور
والموعظة الحسنة وجادلهم	نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے انکو
بالتی هی احسن۔	جسطرح بہتر ہو۔ (شیخ الہندؒ)

باہمی بغض و عداوت اخلاقی برائیوں کی جڑ اور تمام نیکیوں کو کھا جانے والی اخلاقی خرابی ہے۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے کہ محبت، حسنِ سلوک اور اچھے برتاؤ کے ذریعہ تیرے دشمن کی بدخلقی محبت اور خلوص میں بدل سکتی ہے۔

ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی	برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جواب میں
بینك وبینه عداوة کانه ولی حمیم۔	وہ کہہ جو اس سے بہتر ہو پھر تو دیکھ لے کہ تجھ

میں اور جس میں دشمنی تھی گویا گہرا اور گرمجوش دوست بن گیا ہے۔

حکیمانہ اسلوب کی ایک واضح مثال | قرآنِ کریم میں اس حکیمانہ اور تدریجی اصلاح کی ایک واضح مثال تحریم خمر کا واقعہ ہے۔ شراب نوشی ام الخبائث اور رذائل نفسانی کی جڑ ہے۔ فقدانِ عمل، قوتِ انسانی کا تعطل اور جمود، ضعف قلب، جنون، کذب بیانی، بغض و عداوت، شر و فساد، معاشرتی

---

[1] تفسیر قرطبی صـ ۵۲

اور عائلی زندگی کی بربادی، شہوانی قوی کی برانگیختگی، بے اعتدالی اور دیگر اخلاقی جرائم اس کے لازمی ثمرات ہیں۔ صرف زناکاری کو لیجئے ۱۹۵۹ء میں برطانیہ کے معاشیاتی ریسرچ کونسل نے ناجائز اولاد زناکاری اور بدمستی کا ذمہ دار کثرت مے نوشی کو قرار دیا۔ قرآن کریم نے صدیوں سے شراب کا خوگر معاشرہ کو یکلخت ایک ہی "آرڈیننس" کے ذریعہ منع نہیں فرمایا، بلکہ شراب نوشی کے قبائح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بقول معالم التنزیل حرمت خمر کے سلسلہ میں چار آیات نازل فرمائیں اور یہ اس لئے کہ بقول صاحب تفسیر خازن خداوند کریم کو عربوں کا مدتوں سے شراب کے خوگر ہونے کا علم تھا، دفعۃً انہیں روکنا ان پر شاق گذرتا اس لئے مختلف مرحلوں پر اس کا اثم کبیر، رجس، اور عمل الشیطان ہونا ذہن نشین کرایا اور انہیں سمجھایا گیا کہ شیطان شراب نوشی اور جوا بازی وغیرہ کے ذریعہ تمہیں باہمی بغض و عداوت اور خدا سے غفلت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، اس طریقۂ تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک استفہامی جملہ فھل انتم منتھون۔ سن کر سارا معاشرہ یکسر شراب نوشی سے بیزار ہوگیا۔ جس کی نظیر قرآن کریم کے فطری اور معتدلانہ تعلیمات کے علاوہ کسی دوسری قدیم اور جدید اصلاحی تحریک یا کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتی۔ دنیا کے دیگر اخلاقی اور قانونی ضابطے اس خرابی کی اصلاح میں اپنی بے بسی ثابت کر چکے ہیں۔ آج کی بیسویں صدی کی بے بسی کا تو عجیب عالم ہے، اس بے بسی کا نتیجہ ہے کہ شراب نوشی ہندی، مصری، یونانی، رومی، اسرائیلی اور مسیحی تہذیب میں حرام نہیں۔ مسیحی مذہب نے تو اسے نماز کا جزء بنا ڈالا ہے اور گرجے میں کھڑے ہوکر شراب پینے کو ثواب قرار دیا ہے[1]۔ ہندوؤں میں دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کیلئے شراب کا چڑھاوا دیا جاتا ہے۔ اور اس میں تقدس پیدا کرنے کیلئے اس کا نام گنگا جل رکھ دیا گیا ہے[2]۔

اس سلسلہ میں قانون کی بے بسی کی واضح مثال امریکہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے جس نے قانون کے ذریعہ شراب نوشی ختم کرنی چاہی، اور نتیجہ میں بجائے ختم ہونے کے شراب نوشی میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔ لاکھوں بھٹیاں خفیہ طور پر قائم ہوئیں اور قانون توڑنے کا رجحان سارے ملک پر چھا گیا اور مجبوراً امریکہ کو بہت جلد یہ حکم واپس لینا پڑا۔ یہ صرف قرآن حکیم کا حکیمانہ انداز اصلاح ہی تھا جس نے سر ولیم میور جیسے متعصب مؤرخ کو بھی اس اعتراف پر مجبور کر دیا کہ اسلام فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ترک مے نوشی میں جیسا وہ کامیاب رہا اور کوئی مذہب نہیں ہوا[3]۔

اسی طرح ڈاکٹر بیٹوم نے تحریم خمر کو محاسن شریعت اسلامیہ اور پروفیسر ٹوائن بی نے اسلام

---

[1] انسانیت حیوانیت کی راہ پر ص۱۱۲ [2] رحمۃ للعالمین [3] لائف آف محمدؐ۔

کا قابلِ فخر کارنامہ قرار دیا۔

تدریجی اصلاح کی چند اور مثالیں | پردہ کے حکم میں بھی قرآن حکیم نے یہی تدریجی طریقہ اختیار کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور عملی زندگی میں بھی اس حکیمانہ طریق اور لوگوں کے حالات اور طبائع کی رعایت اور شفقت و حکمت کا پہلو واضح طور پر موجود ہے۔ ایک دفعہ مسجد نبوی کے صحن میں ایک بدو نے پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہؓ نے انہیں ڈانٹنا چاہا۔ (گویا سختی سے اصلاحِ اخلاق کرنا چاہی) آپ نے روک کر فرمایا کہ تم سختی کے لئے نہیں بلکہ نرمی کے لئے بھیجے گئے ہو۔ پھر بدو کو حاجت سے فراغت کے بعد بلایا اور بہت پیار اور محبت سے سمجھایا کہ اے عزیز! یہ مساجد اس قسم کے کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ یہ عبادت کے گھر ہیں۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ اس پر پانی بہا دو۔ ایک یہودی نے آکر ایک معاملہ میں ناحق طور پر نہایت گستاخی سے حضورؐ کو جھنجوڑا اور ترش لہجہ میں بات کر کے حضورؐ کی ساری قوم پر بھی طعنہ زنی کی۔ حضرت عمرؓ نے آپے سے باہر ہو کر اسے ڈانٹنا چاہا۔ حضورؐ نے انہیں روک کر فرمایا کہ بجائے سختی کے تم اس یہودی کو اچھے طریقے سے اپنا حق مانگنے اور مجھے بہتر طریقہ پر اسکی ادائیگی کا کہتے تو اور بھی بہتر ہوتا۔ امام احمدؒ اپنی مسند میں حضرت ابوامامہؓ صحابی سے روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک نوجوان نے حضورؐ کی خدمت میں آکر زنا کی اجازت چاہی، صحابہؓ پر یہ گستاخی بہت شاق گذری، انہوں نے ڈانٹنا چاہا۔ حضورؐ نے انہیں روک کر نوجوان کو اپنے قریب بلایا اور زنا کی خرابی اس کے ذہن نشین کرانے کیلئے اس سے بتدریج دریافت کیا کہ کیا تم اس برائی کو اپنی ماں اپنی بیٹی اپنی بہن اپنی پھوپھی اور خالہ کیلئے پسند کرو گے؟ اس نے جب کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماں، بہن کے ساتھ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ ان سوالات سے جب اس کا خوابیدہ ضمیر اور حاسۂ انسانی بیدار ہوا۔ تو پھر حضورؐ نے اس کے سر پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور دعا فرمائی:

اللھم اغفر ذنبہٗ وطھر قلبہٗ واحصن فرجہٗ [1]

اے اللہ اس کے گناہ معاف اور اس کا دل پاک کر دے اور اسکی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

اس تعلیم کا اعجاز ہی کرشمہ تھا کہ اس شخص کو پھر کبھی زنا کا خیال تک نہیں آیا۔

رعایت طبائع کی ایک مثال وہ ہے جب کہ بعض لوگوں نے اسلام لانے کے سلسلہ میں

---

[1] ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸

صرف دو وقت نماز پڑھنے کی شرط پیش کی حضورؐ نے اسے مان لیا کہ کافر رہنے کی بجائے اسلام لاکر دو نمازیں پڑھنا بہتر تھا۔ اسی طرح بنو ثقیف کے وفد نے بھی اسی قسم کی شرائط پیش کیں۔ آپ نے قبول فرماکر فرمایا کہ اسلام کے اثر سے یہ لوگ خود یہ سارے کام کرنے لگیں گے[۱] اس وقت ایمان کی قدر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسی شرائط پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسلام کے بعد یہ لوگ تمام عبادات کو بجالانے لگے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کو جواب دیتے ہوئے قومی مزاج کو ملحوظ رکھنے کی طرف اشارہ فرمایا کہ تیری قوم اگر قریب بعہد اسلام نہ ہوتی تو میں ضرور ایسا کرتا۔ ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور اسلام عادات اور ماحول بدلنے کے لئے مخاطب کے مزاج اور نفسیات، برائیوں کا رسوخ اور امتداد ملحوظ رکھتے ہوئے اصلاح میں تدریجی رفتار پسند کرتا ہے۔ اس بارہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کا یہ بہترین طرز عمل نگاہوں سے اوجھل ہونے کی وجہ سے اکثر اصلاحی کوششیں بے اعتدالی اور تشدد کی وجہ سے بجائے اصلاح کی مزید خرابیوں کا باعث بن جاتی ہیں۔ تاریخ میں کئی ایسے ادوار آئے کہ دعوت میں طریق حکمت اختیار نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت بڑا خسارہ برداشت کرنا پڑا، پروفیسر آرنلڈ نے دعوت اسلام میں لکھا ہے کہ زار روس نے جو بت پرستی سے متنفر ہوگیا تھا اس شرط پر اسلام لانے کے لئے آمادگی ظاہر کی کہ وہ شراب پینا ترک نہ کرے گا۔ اس وقت کے علماء نے اس شرط کو قبول نہ کیا اور زار روس نے عیسائیت اختیار کی۔ اگر اسلام کا حکیمانہ طریق نظر انداز نہ کیا جاتا تو شاید آج سویٹ یونین کی حالت دوسری ہوتی ولکن امر اللّٰہ کان مفعولا۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسلام کسی منکر اور فحشا سے مصالحت کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ جزئیات کے ازالہ کی بجائے پہلے برائی کے سرچشمہ کفر، شرک اور جہل یا کسی بنیادی خرابی کو پکڑ لیتا ہے جس کے بعد خود بخود دوسری برائیاں زائل ہو جائیں۔ مثال کے طور پر حضورؐ کی مجلس میں ایک شخص نے اپنی کئی برائیاں شراب نوشی، زنا، جھوٹ وغیرہ بیان کیں اور اس شرط پر اسلام لانا چاہا کہ کسی ایک برائی سے مجھے فی الحال روک دیا جائے۔ حضورؐ نے برائیوں کی جڑ جھوٹ سے اُسے منع فرمایا۔ جو اسے بظاہر بڑی آسان بات محسوس ہوئی۔ مگر بعد میں دیگر برائیوں کا ارادہ کرتے ہوئے جب اسے حضورؐ کے دریافت فرمانے کا خیال آتا جبکہ جھوٹ سے احتراز کرنے کا وعدہ کرچکا تھا۔ تو خود بخود دیگر برائیاں بھی چھوٹ گئیں ——— اس سلسلہ میں حضورؐ کا ایک جامع اور زریں نصیحت وہ ہے جو آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ فرماتے وقت ارشاد فرمائی — فرمایا

بشروا ولا تنفروا یسروا ولا تعسروا	لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور نفرت مت دلاؤ
تطاوعا ولا تختلفا۔ [1]	آسانی کرنا اور سختی مت کرنا باہمی تعاون کرنا اطاعت
....	سے رہنا اور اختلاف مت کرنا۔

انہیں تلقین کی کہ پہلے ایمان واسلام اور اس کے بعد نماز پھر زکوٰۃ پھر روزہ کی تلقین کرنا۔ صحابہ کرام کے تزکیۂ نفس میں حضورؐ کو جو بے مثال کامیابی ہوئی قرآن حکیم نے خاص طور سے حضورؐ کے اس وصف کو سراہا ہے۔

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو	سو اللہ ہی کی رحمت سے تو نرم دل مل گیا ان کو اور
کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا	اگر تو تندخو اور سخت دل ہوتا تو متفرق ہو جاتے
من حولک فاعف عنھم واستغفر لھم [2]	تیرے پاس سے پس تو ان کو معاف کر اور ان کے
....	واسطے بخشش مانگ۔

دوسری خوبی ہمہ گیری قرآن کریم اور اسلامی اخلاقیات کی ایک اور خوبی جو اسے دیگر تمام مکاتب اخلاق سے ممتاز کرتی ہے اسکی وسعت جامعیت عالمگیری اور ہمہ گیری ہے۔ اس نے صرف اخلاق محمودہ اور رذائل اخلاق کے اصول بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ معمولی معمولی جزئیات کا استقصار اور احاطہ کیا ہے۔ وہ اخلاق اور مذہبی تقاضوں کو صرف دنیا یا صرف فرد تک محدود نہیں رکھتا بلکہ انہیں دنیوی و اخروی تمدنی عمرانی، معاشی اور معادی معاشرتی اور اجتماعی تمام شعبوں پر لاگو کرتا ہے۔ اس کا نظام اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنیہ اور تمام قومی و بین الاقوامی معاملات پر محیط ہے یہاں تک کہ انسان کی اخلاقی اور نفسیاتی کیفیتوں اور زندگی کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہا۔ اس میں خویش و اقارب یتیموں، بیماروں، ہمسایوں، حاکم اور رعایا اور اجنبیوں کے حقوق کے ساتھ تمام بنی نوع انسان کے بلالحاظ ملک وملت یہاں تک کہ حیوانات تک کے حقوق متعین ہیں۔ زندگی کے ہر نشیب و فراز اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے کھانے پینے، رہنے سہنے پہننے، قضائے حاجت، طہارت، سفر وحضر خوشی اور ماتم سب کے آداب موجود ہیں۔

مغربی تہذیب اخلاقی اقدار کو انفرادی معاملہ سمجھتی ہے۔ برخلاف اس کے دیگر مذاہب نے اخلاق کو فرد کا ایک انفرادی معاملہ سمجھا مذہب کو سیاست اور حکومت سے الگ قرار دیا۔ عیسائیوں کا مشہور

---

[1] ابوداؤد [2] آل عمران

مقولہ ہے کہ ملک خدا کا اور حکومت بادشاہ کی، نیز یہ کہ پوپ کا حصّہ پوپ کو دو اور بادشاہ کا حصّہ بادشاہ کو دو ــــــ آج کی مغربی تہذیب انسانی اقدار کو ایک انفرادی معاملہ سمجھتی اور اپنی اجتماعی و تمدنی زندگی کو ہر اخلاقی رکاوٹ سے آزاد سمجھتی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ کسی شخصی اور طبقاتی نظریۂ اخلاق پر مبنی اخلاقیات میں یہ صلاحیت نہیں کہ زندگی کے ہر موڑ پر وہ رہنمائی کر سکیں اور ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل پذیر ہو۔

تیسری خوبی | اسی طرح اخلاقیاتِ اسلام کی عالمگیری کو دیکھئے دوسرے اخلاقی معلّموں نے کسی مخصوص ملک یا کسی مخصوص قوم یا صرف دنیاوی زندگی اور خاص حالات تک اپنی اخلاقی تعلیمات ملحوظ رکھے اور پوری انسانیت کو بحیثیت عیال[1] اللہ اپنی ہدایات کا مستحق نہ سمجھا ارسطو جیسے اخلاقیات کا بہت بڑا معلّم سمجھا جاتا ہے۔ اس کا سارا نظامِ اخلاق یونانی اور غیر یونانی کی تفریق پر مبنی ہے۔ اس معاملہ میں ارسطو اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ غیر ملکیوں کے ساتھ حیوانات تک کا برتاؤ ضروری سمجھتا، ارسطو کی تقلید میں حکماء یونان نے اخلاقیات کی جو فہرست مرتب کی اس کا اوّلین عنوان حبّ الوطنی ہے، پھر وہ بھی اتنا محدود کہ تاریخ اخلاق یورپ[2] کا مصنف لکھتا ہے کہ ایک فلاسفر نے جب یہ کہا کہ میری ہمدردیاں صرف میرے وطن سے نہیں پورے یونان سے ہیں تو لوگ حیرت و استعجاب سے اسے دیکھنے لگے۔ یہی حال موجودہ مغربی تہذیب کا ہے جس کی اساس ہی نظریہ وطنیت اور قومیّت پر ہے۔ امریکہ جسے حقوقِ انسانی کا منشور ایجاد کرنے کا دعویٰ ہے اس ملک میں کالے اور گورے قومی اور غیر قومی ملکی اور اجنبی کے نام سے جو انسانیت سوز ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے وہ کس پر مخفی ہے۔؟ ثقافت اور تعلیم تک کے میدانوں میں کسی سیاہ فام کو سفید فاموں کے ساتھ یکجا ہونے کی اجازت نہیں۔ فلوریڈا کی ریاست میں تو نصاب تعلیم تک میں گوروں اور کالوں کا امتیاز رکھا گیا ہے۔ معاشی میدانوں میں کسی سیاہ فام کو یہ حق بھی نہیں کہ ان دروازوں پر گذر سکے جو سفید فاموں کے آنے جانے کیلئے مخصوص ہیں۔ امریکہ کی تمام ریاستوں میں کسی سفید فام کو حبشی عورت یا سیاہ فام کو حبشی مرد سے نکاح کی اجازت نہیں خواہ اس کے خون میں کسی سیاہ فام کے خون کا بڑا حصہ کیوں شامل نہ ہو۔ تقریباً ۱۴ ریاستوں میں ریل گاڑیوں، بسوں، ہسپتالوں، ٹیلیفون کے کمروں تک میں یہ نسلی امتیاز برتا جا رہا ہے ــــــ جیمز بیرنز امریکی سنات کے ممبر کہتے ہیں کہ

---

[1] حضورؐ کا ارشاد ہے: الخلق عیال اللہ۔ ساری مخلوق خدا کا گھرانہ ہے۔

[2] صفحہ ۱۲۴ صفحہ ۱۸۶ از دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر

کسی سیاہ فام کو یہ حق نہیں کہ وہ سیاسی مساوات کے خیالات کو ذہن میں بھی لائے جیسا کہ جنوبی ریاستوں میں ہو رہا ہے۔ یہ ملک سفید فاموں کا ہے۔ اور اسی پوزیشن میں رہے گا۔ یہی حال ہندوستان کی برہمنیت کا ہے جسکی بنیاد ذات پات اور قوم ونسل کی تفریق پر رکھی گئی ہے۔ ایران اور جاپان کے قدیم تہذیبوں میں بادشاہ اور اس کا خاندان تمام اخلاقی حدود اور تقاضوں سے آزاد تھا۔ بادشاہ اور رعایا کی اس تفریق کے نمایاں اثرات آج بھی برطانیہ اور جاپان میں پائے جاتے ہیں۔ انگلینڈ کے قانون میں یہ بات شامل ہے کہ بادشاہ ہر قانون سے مستثنیٰ ہے۔ اسلامی تعلیمات نے تمام مخلوق کے ساتھ یکساں معاملہ کیا۔ وہ پوری انسانی آبادی کو الخلق عیال اللہ۔ خدا کا گھرانا قرار دیکر یکساں طور پر بنی آدم سے اخلاقی اور روحانی اقدار کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کے نزدیک انسانی مجد وشرف کا معیار کوئی خاص نسل قوم، قبیلہ یا کوئی خاص رنگ یا وطن نہیں بلکہ فضیلت وکرامت کا مدار صرف اور صرف تقویٰ نفس کی پاکیزگی اور اخلاق کی بلندی پر ہے۔ معاشرہ کا کوئی فرد خواہ حاکم ہو یا رعیت، غریب ہو یا امیر، مسلم ہو یا غیر مسلم، شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہو یا انبیاء واولیاء اور دیگر عباد مقربین سے۔ وہ یکساں طور پر سب کو ایمانی اور اخلاقی تقاضوں کا پابند کرانا چاہتا ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی	اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت
وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا	سے پیدا کیا اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے
ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔	تاکہ تمہیں آپس کی پہچان ہو۔ بیشک اللہ کے ہاں تم میں سے
....	عزت اسکی زیادہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔

اس کے نزدیک فلاح آخرت کیلئے سوائے عمل صالح کے کوئی رشتہ اور مادی حیثیت کارآمد نہیں۔

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم	پھر جب پھونکا جائے گا صور تو نہ قرابتیں کام
ولا یتساءلون۔	آئیں گی ان میں اور نہ ایک دوسرے کو پوچھ سکیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم	ہرگز کام نہ آئیں گے قیامت کے دن تمہارے
یوم القیامۃ یفصل بینکم	کنبے والے اور نہ تمہاری اولاد اللہ فیصلہ کرے
واللہ بما تعملون بصیر۔	گا تم میں اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

ان آیات کے علاوہ تقریباً تنتیس مقامات میں صراحۃً مذکور ہے کہ قیامت کے دن کام آنے والی چیز صرف ایمان اور عمل صالح ہے۔ اسی طرح وہ عبادات کے ذریعہ عملاً مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ اور نہ

پیغمبر کے ذریعہ عمل صالح اور اخلاق حسنہ کے علاوہ تمام قومی وطنی اور لونی ونسلی امتیازات ختم کراتا ہے۔

لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لا اسود علی الاحمر ولا للاحمر علی الاسود الا بالعلم والتقوٰی۔	کسی عربی کو کسی عجمی شخص پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے اور نہ کسی کالے کو سرخ رنگ والے پر نہ کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ پر کوئی فضیلت ہے۔ ہاں فضیلت کا معیار صرف علم اور تقویٰ ہے۔

.....

قرآن پاک نے اخلاقی اقدار کے قیام میں مساوات کی تاکید کی ۔ اخلاقی حدود کے قیام کے سلسلہ میں قرآن کریم کسی کے ساتھ رو رعایت برتنے سے روکتا ہے اور اس راہ میں کسی رواداری اور اقلیانہ کا روادار نہیں، قیام عدل میں اُسے ہر حال میں مساوات ملحوظ ہے۔

۱۔ یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم والوالدین والاقربین۔	اے ایمان والو! قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ اس میں نقصان ہو تمہارا یا تمہارے ماں باپ یا قرابت داروں کا۔
۲۔ ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی ...	اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل چھوڑنے کا باعث نہ ہو عدل کرو بیشک یہ تقویٰ کے قریب ہے۔ ...
۳۔ لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت و انزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔	ہم نے اپنے رسول نشانیاں دیکر بھیجے اور ان کے ساتھ اتاری کتاب اور ترازو تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر۔
۴۔ ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔	اور رکھا اللہ نے ترازو کہ زیادتی مت کرو ترازو میں اور سیدھا ترازو تولو انصاف سے اور مت گھٹاؤ تول کو۔
۵۔ وزنوا بالقسطاس المستقیم ذلک خیر واحسن تاویلا	اور تولو سیدھے ترازو سے یہ بہتر ہے اور اچھا ہے اس کا انجام۔
۶۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان۔	اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے اور بھلائی کرنے کا۔

۷- اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی۔ — عدل کرو یہ نزدیک ہے پرہیزگاری کے۔

۸- قل آمنت بما انزل اللہ من کتاب وامرت لاعدل بینکم — تو کہہ میں ایمان لایا ہر کتاب پر جو اتاری اللہ نے اور مجھ کو حکم ہے کہ انصاف کروں تم میں۔

حضورؐ نے اسلام کے معتدلانہ اخلاق اور حدود کے قیام میں کسی کی رعایت نہ کرنے اور مساوات برتنے کی عملی تعلیم خود اپنے گھر سے شروع کی۔ حجۃ الوداع میں تمام جاہلانہ صفات اور قبائح کی پائمالی کا اعلان کرتے ہی اپنے خاندان کے عہد جاہلیت کے خصومات خونی بدلوں اور سود وغیرہ کو یکسر ختم کر دیا چوری ایک اخلاقی برائی ہے۔ ایک بار اس جرم میں قریش کی ایک عورت پکڑی گئی۔ اور بعض عزیز ترین صحابہؓ نے سفارش کرنا چاہی تو آپ نے اسے روک کر فرمایا: تم میں سے پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان کے معمولی لوگ گناہ کرتے تو ان کو سزا دی جاتی اور جب بڑے لوگ گناہ کرتے تو ان کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ کہ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمۃ الزہراء (عصمہا اللہ) بھی اگر یہ جرم کرے تو میں اللہ کے قانون کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ لوں گا۔ وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا[1]۔

ایک اور موقعہ پر واضح الفاظ میں اعلان فرمایا کہ اے لوگو خوب جان لو قیامت کے دن وہی لوگ میرے عزیز ہوں گے جو زندگی میں خدا سے ڈرتے ہوں۔ اور تم باوجود رشتہ داری کے میرے عزیز نہیں ہوگے، تم میرا نام لے لے کر پکارو گے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم فلاں کے بیٹے ہیں، مگر میں کہوں گا کہ تمہارا خاندان تو معلوم ہوا مگر تمہارے اعمال کہاں ہیں؟ تم نے خدا کی کتاب نظر انداز کر دی تو اب جاؤ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ نہیں (او کما قال)۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اور بقول اقبالؒ مرحوم

نے افغانیم و نے ترک و تتاریم ! — چمن زادیم از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است — کہ ما پروردۂ یک نوبہاریم

قرآنی اخلاقیات کے اس مساویانہ برتاؤ کا نتیجہ ہے کہ ہمیں تاریخ اسلامی میں بڑے بڑے حکام اور خلفاء وقت ایک غریب رعایا کی جوابدہی کیلئے عدالت کے کٹہرے میں برابر کھڑے اور فیصلہ پر سر تسلیم خم

۱؎ متفق علیہ

کرتے نظر آتے ہیں۔

قرآنی اخلاقیات میں ایک عجیب ربط و ترتیب | اخلاقیات کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمی و فکری قوتوں سے متعلق اخلاق اصول کی حیثیت اور جسمانی و عملی قوتوں سے متعلق اخلاق و اعمال فروع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض تو اخلاق کے لئے بنیادی کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں جن پہ مزید اخلاق استوار ہوتے ہیں۔ اور ایک خدائی اخلاقی نظام میں اس کی طبعی ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری تھی۔ چنانچہ قرآنِ کریم نے بھی اخلاقیات کے بیان میں اسکی یہ طبعی ترتیب ملحوظ رکھی اور ایک مضبوط عمارت کیطرح انسانی اخلاق کی تعمیر ایک سے دوسری کڑی اور بنیاد پر کرنا چاہی ہے۔ اس کے متعلق ظاہری اخلاق کو بھی بیان کر دیا تھا کہ ان کے ہونے نہ ہونے سے باطنی صفات کی موجودگی یا غیر موجودگی کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اور یہ ظاہری اعمال و اخلاق ان باطنی صفات کے لئے بمنزلہ شاہد عدل اور کسوٹی کا کام دیں۔ یہاں صرف اسکی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ جو مرد اور عورت دونوں پر یکساں حاوی ہے۔

ان المسلمین والمسلمات والمومنین	بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار
والمومنات والقانتین والقانتات	مرد اور ایماندار عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد
والصادقین والصادقات والصابرین	اور بندگی کرنے والی عورتیں، اور سچے مرد اور
والصابرات والخاشعین والخاشعات	سچی عورتیں۔ اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی
والمتصدقین والمتصدقات والصائمین	عورتیں خاکساری کرنے والے مرد اور عورتیں اور
والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات	خیرات کرنیوالے مرد اور عورتیں اور روزہ دار
والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات	مرد اور عورتیں اور حفاظت کرنیوالے مرد اپنی
اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما۔	شہوت کی جگہ کو اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور

اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ نے رکھی ہے ان کے واسطے معافی اور بہت بڑا ثواب۔

اس آیت میں دس چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ اسلام، ایمان، قنوت، صدق، صبر، خشوع، تصدق، صوم، شرمگاہ کی حفاظت، ذکر اللہ، ان سب کے بیان میں طبعی ترتیب ملحوظ ہے۔ کیونکہ اخلاقیات اور عبادات کا سرچشمہ ایک خالق و مالک ذات پر ایمان و یقین ہے۔ اس کا اعلیٰ درجہ ایمان اور دوسرا درجہ اسلام ہے۔ پھر اس کے بعد اوامر خداوندی کی اطاعت کا درجہ ہے۔ اور جب انقیاد پیدا ہو تو گفتار و کردار میں سچائی آجاتی ہے۔ ان صفات میں سے چار یعنی ایمان و قنوت صبر، خشوع اور ذکر اللہ

کا تعلق باطن اور دل سے ہے۔ اور چار صفات یعنی اسلام، صدق، تصدق، صوم اور اجتناب عن الفواحش کا تعلق ظاہری جوارح سے ہے ان چار صفات میں ہر صفت پہلی صفات کے لئے یعنی ایمان کے لئے اسلام قوت کیلئے صدق اور صبر وخشوع کے لئے تصدق اور صوم اور ذکر اللہ یعنی استحضار خداوندی کیلئے شرمگاہ کی حفاظت ظاہری دلائل اور مظاہر ہیں۔ قوت علمی، شہوانی اور غضبانی کی اصلاح کے لئے اس ترتیب طبعی کی رعایت سورۃ فاتحہ اور آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وینھی عن الفحشاء والمنکر۔ وغیرہ آیات میں بھی کی گئی ہے جسکی تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں۔

اخلاقی تعلیمات کے سلسلہ میں قرآن کریم کی ایک اور خوبی جو اسے دیگر قانونی دفعات اور اصلاحات سے ممتاز کرتی ہے وہ اس کا تکرار اور بار بار مختلف اسالیب اور پیرایوں میں اخلاقی اقدار کا دہرانا ہے۔ انسان کی نفسیات پر اس کی نظر ہے۔ اور وہ محض رسمی اور قانونی طور پر اخلاق فاضلہ یا اخلاق مذمومہ کے بیان پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے مخاطبین کے دل ودماغ میں اسکی اہمیت نقش کرتا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے وہ ترغیب وترہیب کے تمام پہلوؤں سے کام لیتا ہے یہاں ہم مثال کے طور پر بعض اخلاقیات قرآنی کے تکرار پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ تقویٰ جو اخلاق واعمال کی حقیقت جامعہ ہے۔ قرآن کریم میں صرف لفظ اتقوا اور متقین، اتقون، اتقی کے ضمن میں ایک سو پچیس ۱۲۵ مقامات میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اسطرح احسان کا ذکر صرف لفظ احسان اور محسنین کے ضمن میں چورانوے دفعہ شکر کا ذکر لفظ شاکر، شکور، اشکر اور شاکرین کے ضمن میں ستاون مقامات پر اور تکبر کا ذکر لفظ استکبار اور متکبرین کے ضمن میں تیس مرتبہ صبر کا ذکر اصبروا، صابروا اور صابرین کے ضمن میں ۴۶ مرتبہ، توکل کا ذکر توکل، توکلت، توکلنا، توکلوا کی شکل میں ۲۳ مرتبہ ظلم کا ذکر صرف ظالم اور ظالمون وظالمین کے ضمن میں ایک سو انیس ۱۱۹ دفعہ آیا ہے۔ ان صیغوں کے علاوہ دیگر مشتقات کے ضمن میں ان چیزوں کا ذکر اس سے علاوہ ہے۔ اور اس تخمینہ میں بھی مذکورہ اعداد کوئی حتمی نہیں ہیں بلکہ تلاش سے اس میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم میں اخلاقی تعلیمات کے اس تکرار اور کثرت سے مقصود مخاطبین کے دلوں میں اخلاقیات کا راسخ کرانا ہی مقصود ہے۔ کذلک لنثبت بہ فؤادک ورتلناہ ترتیلا، اسی طرح اتارا (ہم نے قرآن) تاکہ ثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو

تعلیمات قرآن کریم کی ان گنت خوبیوں میں بطور نمونہ ان ہی دو چار خوبیوں کے بعد آخر میں اسکی

ایک سب سے اہم خصوصیت بیان کرنے کے بعد اس مضمون کا اختتام کیا جاتا ہے۔

قرآنی اخلاق کا عملی نمونہ | قرآن کریم کی اخلاقی تعلیمات کی ایک عجیب وغریب خصوصیت جو اسے دوسرے تمام اخلاقی فلسفوں اور اخلاقی تعلیمات سے ممتاز بناتی ہے، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ شخصیت کی شکل میں ان تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کرنا ہے۔ حضورؐ کے علاوہ دیگر انبیاء کی سیرت اور اخلاقی زندگی کی نہ صرف یہ کہ پوری تصویر اور شبیہ ان مذاہب کی کتابوں میں موجود نہیں بلکہ اکثر مصلحین امم اور انبیاء تک کی سیرت اور اخلاقی حالات ان کے پیروؤں نے تحریف وتبدیل کی وجہ سے داغدار کر دی ہے۔ یہ صرف قرآن اور اسلام ہی ہے جو تمام انبیاء کرام کا یکساں طور پر تطہیر وتزکیہ اور تعدیل کرتا ہے۔ اسکی تعلیم ہے کہ تمام ہر قسم کے انسانی عیوب ونقائص اور اخلاقی خرابیوں سے پاک اور منزّہ ہے۔ لا نفرّق بین احدٍ من رسلہٖ۔ مگر خود ان انبیاء کرام کے متبعین کے سامنے ان انبیاء کی اخلاقی تعلیمات کی طرح ان کی سیرت و صورت اور اخلاق وکردار کا کوئی ایسا مرقعہ نہیں جسے وہ اپنا اسوہ بنا سکیں۔ پھر اس پر بس نہیں بلکہ ہندوستان، یونان، روم، چین، ایران اور وسط ایشیا کے بعض ممتاز اخلاقی مصلحین مثلاً ارسطو، افلاطون اور کرشن جی وغیرہ کی جو شبیہ ہم تک پہنچائی گئی ہے، اسے بعض گھناؤنے اخلاقی جرائم سے بھی داغدار کر دیا گیا ہے۔ اس پورے عالم میں صرف آپؐ ہی کی ذات ہے جن کی زندگی کا کوئی گوشہ دنیا سے مخفی نہیں لیلھا کنھارھا روشنی ہی روشنی اور دن ہی دن ہے — اس آفتاب وماہتاب کی حسن ورعنائی اور تابانی پر ذلیل سے ذلیل دشمن بھی انگلی نہیں رکھ سکتا۔ آپ کی ذات قرآن کریم کی تعلیمات کا حسین پیکر، اخلاقیات انسانی کی ایک جیتی جاگتی تفسیر اور تزکیۂ باطن و ظاہر کی ایک خوبصورت تصویر ہے۔ پس جیسا کہ قرآن اخلاقِ انسانی کا علمی نمونہ ہے۔ تو حضور اقدسؐ اخلاق کا عملی نمونہ ایک علمی قرآن ہے تو دوسرا عملی قرآن، اور بنی نوع انسان کی اصلاح و ہدایت اور تعمیرِ اخلاق کیلئے کہ یہ بھی صرف دین فطرت اسلام ہی کی خصوصیت ہے۔ کہ صرف کتابی اور قالی تعلیمات پر بس نہیں بلکہ تعلیمات قرآنیہ کا ایک عملی اور حالی نمونہ بھی دنیا کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اور حضورؐ کی شکل میں اخلاق کی ایک ایسی تصویر پیش کر دی گئی جسے سامنے رکھ کر قیامت تک دنیا کے باشندے اپنے خدوخال درست کر سکیں۔ بلاشبہ آج دنیا کے سامنے سیرت مطہرہ کی شکل میں وہ آئینہ مصفا موجود ہے جس میں قرآن کے تمام اصول و فروع ظاہر و باطن، اعیان و کیفیات کا ایک ایک نقش تابندہ و نمایاں ہے۔ دونوں کی اس باہمی

یگانگت اور موافقت نے ایک کو عملی اور دوسرے کو علمی کتاب بنا دیا ہے جن میں سے ہر ایک کی تشریح اور تبیین دوسرے کے بغیر ناممکن ہے۔ یہی وہ عملی کتاب ہے جسے خدا نے انک لعلی خلق عظیم، کی سند مجد و شرف سے نوازا اس خلق عظیم کے بارہ میں جب حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا تو جواب میں فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا۔؟ وکان خلقہ القرآن۔ یعنی قرآن کریم ہی تو آپ کا اخلاق تھا۔ اگر تمہیں اس معراج انسانیت کے احوال و کیفیات اور باطنی صفات مطلوب ہوں تو قرآن ہی کے اوراق میں انہیں تلاش کیجئے اس کی ایک ایک سطر ایک ایک حکم اور ہر ایک جملہ میں آپ کو اخلاق نبوی کا ایک گنج گرانمایہ مل جائے گا۔ اس کی ہر سورت و منزل اور ہر آیت اور وقف میں اخلاق مصطفوی کا ایک روشن نشان ہے۔ جتنا بھی غور کرو گے مضامین قرآن سے حضورؐ کی زندگی اور سیرت اطہر سے قرآن کریم کی تعلیمات روشن سے روشن تر ہوتے جائیں گے۔ ع

ایں دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند

ان میں سے ایک صورت ہے تو دوسری سیرت ایک الفاظ ہیں تو دوسرا معنی ایک روح ہے تو دوسرا قالب، کسی ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ حضورؐ نے فرمایا: انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ۔ مجھے کتاب دی گئی اور اس کے مثل ایک اور چیز بھی، اور قرآن کریم ہی شہادت دیتا ہے۔ کہ یہ دوسری چیز حضورؐ کا عمل اور ان کی سنت مطہرہ ہی ہو سکتی ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یہ اسوہ حسنہ جسے آپ بہترین نمونہ، سنت نبوی اور بے مثال آئیڈیل سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ان اخلاق عالیہ کے سوا اور کونسی چیز ہے جس نے حضورؐ کو خلق عظیم کے مقام پر سرفراز فرما دیا۔ انسانیت عالم بدو امر میں کبھی بھی اس شان بان سے جلوہ افگن نہیں ہوئی تھی جو رحمۃ عالمین کی شکل میں ہوئی اس لئے تو قرآن نے اول تا آخر اس اسوہ حسنہ کی اتباع و تقلید اور اس ذات قدسی صفات کی اتباع اور اطاعت کو انسانیت کی سرخروئی اور سرفرازی کا وسیلہ اور محبوبیت ربانی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور فرمایا: قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین۔ اس نسخۂ جامعۂ انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاکیزہ، جامع اور اکمل و مکمل اخلاق کی تفصیل ہو سکے تو کس سے ——؟
چودہ سو سال کا عرصہ گذرنے کو ہے کہ حدیث و تفسیر، سیرت و اخلاق اور دیگر علوم قرآن و سنت اور فقہ و تصوف کی شکل میں امت کے برگزیدہ افراد اپنی ظاہری و معنوی قوتوں کے ساتھ اس کی شرح و بیان میں مصروف ہیں مگر حالت یہ ہے کہ ع ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم ——

تاریخ کا عظیم ترین انقلاب | قرآن کریم اور تاریخ انسانی کے سب سے بڑے معلّم اور متمّم مکارم اخلاق کی تعلیمات کی مسیحائی تھی جس کی بدولت روئے زمین پر صحابہ کرام کی شکل میں ایک ایسی مہذب اور شائستہ جماعت اور ایک متوازن معاشرہ نمودار ہوا جسکی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی، ان میں سے ہر ایک اخلاقِ فاضلۂ نبویؐ اور اعمال صالحۂ قرآنی کا ایک عملی پیکر تھا دن میں شہسوار رات کو عبادت گذار آپس میں شیر و شکر مگر دشمنی کیلئے برہنہ تلوار، اخلاق و کردار کی وہ کونسی خوبی ہے جو تمہیں ان کی پاکیزہ زندگی میں نہ مل سکے گی۔ تاریخ میں پہلی بار انسانیت کی سوکھی کھیتیاں لہلہا اٹھیں گلشن مجد و شرف میں بہار آئی، اخلاق و کردار کی تعمیر ہمدوشِ ثریا ہوئی —

محمد الرسول اللّٰہ والذین معہٗ	محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ
اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم	ہیں کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحمدل۔ تو انہیں
تراھم رکّعاً سجّداً یبتغون	دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں۔ اللہ کا فضل
فضلاً من اللّٰہ ورضواناً سیماھم	اور اسکی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کی شناخت
فی وجوھھم من اثر السجود ذلک	ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے۔ یہی صفت
مثلھم فی التوراۃ ومثلھم	ان کا تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف
فی الانجیل کزرع اخرج	ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی
شطأہٗ فآزرہ فاستغلظ	پھر اسے قوی اور مضبوط کر دیا۔ پھر
فاستوٰی علیٰ سوقہ یعجب الزرّاع	موٹی ہوگئی پھر اپنے تنہ پر کھڑی ہوگئی اور کسانوں
لیغیظ بھم الکفار وعد اللّٰہ الذین	کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار
آمنوا وعملوا الصالحت منھم	کو غصہ دلائے اللہ نے ان میں سے ایمانداروں
مغفرۃ واجراً عظیماً۔	اور نیک کام کرنے والے کیلئے بخشش اور اجرِ عظیم
....	کا وعدہ کیا ہے۔

تاریخ انسانی کا یہ عظیم ترین انقلاب قرآن کریم کی جامع حکیمانہ اور معتدل اخلاقی تعلیمات کا کرشمہ تھا اور اس بات کا ثبوت کہ وہ ہر قسم کے حالات اور ادوار اور مختلف طبائع کا سامنا کرنے اور اخلاق انسانی کی بہترین تعمیر کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ بس آج بھی بے چین و مضطرب انسانیت اور پریشان حال معاشرہ صرف اور صرف قرآن کریم کی اخلاقی تعلیمات ہی کے ذریعہ پاکیزہ زندگی اور پائدار عافیت سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ ان تعلیمات کا اوّلین مطالبہ مسلمانوں ہی سے ہے کہ وہ

اس امانت ربّانی کے حامل اور امین ہیں۔ دنیا کی دکھی اور مصیبت زدہ انسانیت کو حق ہے کہ اس فریضۂ تعمیر اخلاق وتہذیب انسانیت کی ادائیگی سے غفلت برتنے پر مسلمانوں کے خلاف استغاثہ کرے اور زبانِ حال سے شکوہ سنج ہو ؎

ناموسِ ازل را تو امینی تو امینی دارائے جہاں را تو یساری تو یمینی
اے بندۂ خاکی تو زمانی تو زمینی صہبائے یقین درکش و از دیرِ گماں خیز
از خوابِ گراں، خوابِ گراں، خوابِ گراں خیز
از خوابِ گراں خیز

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر البریّۃ متمّم مکارم الاخلاق السنیّۃ۔

ماھنامہ
البلاغ
کراچی
سرپرست
حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

ربیع الاوّل کے شمارے میں

سادگی اپنوں کی دیکھ اور دوں کی عیاری بھی دیکھ (اداریہ)
معارف القرآن (حضرت مفتی محمد شفیع) جاہلیت میں عربوں کے معاشی وسفارتی تعلقات (ڈاکٹر حمید اللہ۔ پیرس) دینی مدارس کی ضرورت واہمیت (حافظ نذر احمد) اردو کی ادبی روایت کیا ہے (پروفیسر محمد حسن عسکری) سخن راست (خواجہ محمد شفیع دہلوی) اسلامی مساوات (حفیظ اللہ پھلواروی) نیز آپ کے سوال۔ تراشے۔ اے عاد بھنو۔ نقد وتبصرہ اور دیگر دلچسپ، مفید اور اصلاحی مضامین۔
فی پرچہ ۵۶ پیسے، سالانہ چھ روپے، غیر ممالک سے ایک پونڈ
البلاغ ـــــ دار العلوم کراچی ۱۴

موتیاروک

- موتیاروک ـــ موتیابند کا بلا اپریشن علاج ہے۔
- موتیاروک ـــ دھند، جالا، پھولا، ککروں کے لئے بھی بیحد مفید ہے
- موتیاروک ـــ بینائی کو تیز کرتا ہے۔ اور چشمہ کی ضرورت نہیں رکھتا۔
- موتیاروک ـــ آنکھ کے ہر مرض کے لئے مفید ہے۔

بیت الحکمت
لوہاری منڈی لاہور